اردو شعروادب پر بلاشبہ تصوف کے اثرات ان مٹ ہیں۔ اردو نثر اور شاعری دونوں کا تصوف سے گہرا ربط ہے۔ اردو زبان وادب کے ارتقا میں صوفیا اور خانقاہوں کا کردار اردو کی ادبی تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔ اردو ادب پر تصوف کے اثرات دو طرح مرتب ہوئے ہیں۔ ایک طرف تو اردو شعرا نے تصوف کو موضوع سخن بنا کر متصوفانہ افکار و نظریات کو اردو ادب کا سرمایہ بنایا۔ دوسری طرف صوفیا نے عوام الناس کی اصلاح و فلاح کے لئے اردو زبان کو وسیلہ اظہار بنایا۔ اس طرح نہ صرف اردو زبان کو مقبولیت ملی اور وہ برصغیر پاک و ہند میں رابطے کی عام زبان کے طور پر متعارف ہوئی بلکہ اس کے ادبی سرمائے میں بھی قابل قدر اضافہ ہوا۔ صوفیا نے اپنی تعلیمات کو مقبول عام اور دلچسپ بنانے کے لئے ادبی رنگ میں پیش کیا۔ چنانچہ صوفی شعرا نے نہ صرف تصوف کے مضامین کو اپنی شاعری میں جگہ دی بلکہ عام شعری موضوعات کو بھی نہایت خوبصورتی سے پیش کیا۔ برصغیر پاک و ہند کی خانقاہوں میں علمی، ادبی اور شعری خدمات کے حوالے سے جو مقام خانوادۂ گولڑہ شریف کو حاصل ہے وہ شاید ہی کسی اور کو حاصل ہو۔ اس خانقاہ سے اب تک علمی، ادبی اور روحانی فیض کے چشمے جاری ہیں۔

میرے والد محترم کو پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام اور اپنے مرشد حضرت غلام محی الدین المعروف بابو جی کے روحانی مقام سے عشق کی حد تک عقیدت و محبت تھی۔ اسی لئے ہمارے گھر میں ''کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا'' کی گونج نے تمام اہل خانہ کے دل مسخر کر لئے تھے۔ میری خوش قسمتی دیکھئے کہ میرے پی ایچ۔ ڈی کے تحقیقی مقالے کے لئے جن دنوں موضوع اور عنوان کا تعین ہونا تھا، میری محبوب مادرِ علمی جی سی یونیورسٹی، شعبہ اردو کی صدارت پر اس وقت ڈاکٹر سہیل احمد خان جیسے درویش صفت اور اعلیٰ پائے کے محقق جلوہ افروز تھے۔ میں نے جب ان کے سامنے خانوادۂ گولڑہ شریف پر تحقیقی کام کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو ایک دم ان کا چہرہ کھل اٹھا اور بخوشی انہوں نے ابتدائی خاکہ تیار کرنے کی اجازت دے دی اور ساتھ یہ بھی کہا کہ میرا بچپن بھی پاک پتن شریف میں گزرا ہے۔ میں خانقاہوں اور ان کے ماحول کو اچھی طرح جانتا ہوں اور علم وادب میں جو مقام پیر مہر علی شاہ اور ان کے پڑپوتے پیر نصیر الدین نصیر کو حاصل ہے عصرِ حاضر میں وہ اور کہیں نظر نہیں آتا۔ اس روز ڈاکٹر سہیل احمد خان (اللہ انہیں غریق رحمت کرے) نے تصوف کے حوالے سے طویل گفتگو کی اور فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ آج یہ باتیں کر رہا ہوں اور ایسی گفتگو میں کسی اور کے سامنے نہیں کیا کرتا، ساتھ یہ بھی کہا کہ میری صحت کمزور ہے ورنہ یہ کام میں اپنی نگرانی میں کرواتا۔ تم اپنی نگرانی کے لئے ڈاکٹر ہارون قادر کا نام لکھ دو وہ ایک ہمدرد، نیک نیت اور صاف دل انسان ہیں۔ موضوع کے حوالے سے وہ بہتر رہیں گے۔

پھر کیا تھا کہ میں بلا تاخیر اپنے مشفق و محترم استاد ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری جو کہ میرے لئے نورٌ علیٰ نور ہیں بلکہ مینارہ نور ہیں کے در دولت پر پہنچا۔ جن کا گھر میرے لئے گھر سے بڑھ کر ایک آستانے کی حیثیت رکھتا ہے جہاں سے صبح و شام خیر ہی خیر تقسیم ہوتی ہے۔ آپ نے اسی وقت مجھے مقالے کا خوبصورت عنوان، ابواب بندی اور پھر ان کی مزید فصلوں میں تقسیم کی ایسی مفید ہدایات اور پلاننگ کر دی کہ ان کے مطابق بنایا گیا خاکہ ہر جگہ سے منظور ہوتا چلا گیا۔

زیر نظر مقالہ پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ باب اول کا عنوان ہے خانوادۂ گولڑہ شریف کا تعارفی مطالعہ۔ موضوع کی مناسبت سے اسے تین فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلی فصل میں گولڑہ شریف کی وجہ تسمیہ۔ لفظ ''گولڑہ'' کی تحقیق کے بعد یہ بیان کی

ہے کہ ''گولڑہ'' بھی ایک خاندان کی نسبت سے نام رکھا گیا اور یہ خاندان بھی حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہ کی غیر فاطمی اولاد جو اعوان یا علوی کہلاتے ہیں کی معروف ذیلی شاخ ہے۔ پھر گولڑہ کو گولڑہ شریف بنانے والے اس سادات خاندان کے بارے وسیع اور جامع تفصیلات کو انتہائی اختصار کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ نام بہ نام مکمل شجرے درج کر دیئے ہیں۔ اس طرح اس مقالے کے باب اول کی فصل اول میں خانوادۂ گولڑہ شریف کی تاریخ، پس منظر اور پیش منظر سب کچھ شامل ہے۔ باب اول کی دوسری فصل میں خانوادہ گولڑہ شریف کی علمی ادبی خدمات کو تصوف اور صوفی ادب کے حوالے سے دیکھا گیا ہے۔ اس خانوادے کا علمی ادبی سرمایہ جو نثری اور شعری کتب کی صورت میں موجود ہے اس کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ تیسری فصل میں خانوادہ گولڑہ شریف کی شعری خدمات اور شعری کتب کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اس فصل کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اس خانوادے کے بانی و مربّی پیر مہر علی شاہ سے لے کر دورِ حاضر کے نوجوان شعرا کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تمام کلام کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

مقالے کا دوسرا باب پیر سید نصیر الدین نصیر___ احوال و آثار کے عنوان سے ہے۔ پیر سید نصیر الدین نصیر چونکہ اس مقالے کا خصوصی حوالہ ہیں اس لئے اس باب میں ان کے حالات زندگی، شخصی اوصاف اور تصنیف و تالیف کو موضوعِ تحقیق بنایا گیا ہے۔ یہ باب بھی تین فصلوں پر محیط ہے۔ پہلی فصل آپ کے حالات زندگی پر ہے۔ حالات زندگی تحریر کرتے ہوئے آپ کی روحانی، علمی اور ادبی پرداخت کو خصوصیت کے ساتھ اجاگر کیا ہے تاکہ آئندہ تنقیدی اور تحقیقی ابواب کو مناسب پس منظر فراہم ہو جائے اور قاری کو نتائج قبول کرنے میں آسانی ہو۔ بہتر نتائج کے استخراج کے لئے آپ کے بزرگوں، بھائیوں، بیٹوں، اہل خانہ، خصوصی خادمین و متعلقین کے علاوہ آپ کے شناختی کارڈ اور پاسپورٹ تک رسائی حاصل کر کے اس فصل میں جامعیت اور اختصار پیدا کیا ہے۔ دوسری فصل میں خانوادہ گولڑہ شریف کی اس مثالی شخصیت کے اوصاف جاننے کے لئے بچپن سے لے کر وصال تک تمام ادوار کا معاشی، معاشرتی، علمی، عملی، روحانی اور شخصی طور پر مختلف حالات کے پس منظر میں اچھی طرح تفصیلی جائزہ لے کر آپ کی انفرادی اور امتیازی صفات کو تلاش کیا گیا ہے۔ تیسری فصل میں آپ کی شعری تخلیقات کو چھوڑ کر تمام نثری کتب کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ ان کتب میں ہزار ہا صفحات پر مشتمل ضخیم کتب بھی ہیں جبکہ چند صفحات پر مشتمل مختصر اور جامع کتابچے بھی شامل ہیں جو پیر نصیر الدین نصیر کی علمیت اور ادبیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

تیسرا باب پیر نصیر الدین نصیر کی نعتیہ شاعری کے بارے میں ہے۔ اس باب کو بھی تین فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلی فصل میں نعتیہ شاعری کی روایت کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ قبل از ولادت رسول سے لے کر دورِ حاضر تک کے نعت گو شعرا کے بیان کے ساتھ ساتھ اردو کی نعتیہ شاعری کو باقاعدہ شعری حوالوں کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ دوسری فصل میں آپ کی نعتیہ شاعری کا فکری اور موضوعاتی جائزہ لیا گیا ہے۔ آپ کے نعتیہ مجموعہ کلام ''دیں ہمہ اوست'' کی نعتیہ فضا ایک سچے عاشق رسول کا شہر شعار ہے، جہاں محبوب رعنا کی جلوہ آرائیاں بھی ہیں، قلب بسمل کے اضطراب و بے تابیوں کی جلوہ سامانیاں بھی۔ شعر شعر میں محبت رسول کا رنگ بھرا ہوا ہے۔ آپ کے تمام افکار اور موضوعات کی بنیاد عشق رسول ہے۔ تیسری فصل میں آپ کی نعتیہ شاعری کا فنی و اسلوبیاتی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ پیر نصیر الدین نصیر فن نعت کے جملہ لوازمات اور فنی باریکیوں سے کماحقہ واقف ہیں۔ آپ کا

نعتیہ کلام فکری اور فنی اعتبار سے ندرت کا حامل ہے۔فنی لوازمات کے حسن نے اور محبت رسول کی بارش نے ان کے نعتیہ کلام کو بقائے دوام عطا کر دی ہے۔

باب چہارم میں پیر نصیر الدین کی غزل کو موضوع تحقیق بنایا گیا ہے۔پہلی فصل میں اردو غزل کی روایت تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔غزل کی تعریف و تعارف کے بعد یہاں غزل کی خصوصیات کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔غزل کی ابتدا کے بارے مختلف نظریات کے تقابلی جائزے کے بعد دکنی دور سے دور حاضر تک کے تمام اہم اردو غزل گو شعرا کا باقاعدہ ان کے غزلیہ اشعار کے حوالوں کے ساتھ تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے تاکہ اس کے تناظر میں آپ کی غزلیہ شاعری کا جائزہ لیا جاسکے۔دوسری فصل میں آپ کی غزل کا فکر و موضوعاتی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔آپ کی غزلیہ شاعری فارسی اور اردو کی کلاسیکی روایت کے ساتھ بڑی مضبوطی سے جڑی ہوئی ہے۔''پیمان شب'' اور ''دست نظر'' ان کے اردو کلام دو مجموعے ہیں۔ان کی غزل میں حافظ شیرازی، سعدی شیرازی اور بیدل کا رنگ نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔تیسری فصل میں آپ کی غزل کا فنی و اسلوبیاتی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔یہاں بتایا گیا ہے کہ پیر نصیر الدین نصیر کے ہاں فن اور فکر دونوں کا حسین امتزاج نظر آتا ہے۔ان کی غزل میں چست بندشوں، منفرد شعری تراکیب، محاورہ بندی، روانی اور موسیقیت کے ساتھ علم بیان و بدیع کی بلندیاں بھی دکھائی دیتی ہیں۔ان کے ہاں خوبصورت عربی و عجمی تلمیحات، تشبیہات، عمدہ استعاروں، لطیف کنایوں اور معنی خیز علامات کی آمیزش دکھائی دیتی ہے۔ان کی اعلیٰ فکر قاری کو متاثر کرتی ہے تو فنی پختگی حیران کر دیتی ہے۔یہی ایک صاحب اسلوب شاعر کی پہچان ہے۔

زیر نظر مقالے کے پانچویں اور آخری باب کا عنوان ہے پیر نصیر الدین نصیر کی شاعری کی دیگر جہات۔اس باب کو دو فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔پہلی فصل میں آپ کی تخلیق کردہ رباعیات، مناقب اور تضمینات کا تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ پیر نصیر الدین نصیر کے نظریات و خیالات کے اصل نقش و نگار ان کی رباعیات میں زیادہ واضح ہو کر سامنے آئے ہیں۔انہوں نے رباعی کی مشکل ترین ہیئت میں چھوٹی عمر میں اپنی مہارت ثابت کی جس کا عصر حاضر کے تمام بڑے شعراء نے کھل کر اعتراف کیا۔پھر نصیر الدین نصیر نے مناقب میں اظہار عقیدت کے ساتھ ساتھ عقل و شعور کا دامن بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا بلکہ جو کچھ بزرگان دین کے لئے لکھا وہ محض اندھی عقیدت پر مبنی نہیں بلکہ ان کی خدمات اور صفات کے حوالے سے حقائق کی روشنی میں لکھا۔مولانا احمد رضا خان کے حوالے سے جب ہم پیر نصیر الدین نصیر کی تخلیق کردہ تضمینات پر نظر ڈالتے ہیں تو ایک خوشگوار حیرت ہوتی ہے کہ ان کی یہ کاوش تضمین کے اصل مقصد کو بطریق احسن پورا کرتی ہے۔آپ کی لکھی گئی تمام تضمینات کا ہر بند ایک ایسی وحدت اور اعلیٰ شعری فن پارے کی شکل اختیار کر لیتا ہے جو اپنی جگہ مکمل اور حد درجہ مربوط ہوتی ہے۔پانچویں باب کی دوسری اور آخری فصل میں آپ کی تخلیق کردہ دیگر اصناف شعری مثلاً حمد، سلام، مرثیہ، قطعات، منظومات، سہرے اور ماہیے زیر بحث لائے گئے ہیں۔ان کے گہرے مطالعے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ہر ہر صنف شعری میں آپ نے اپنی باذوق خلاقانہ طبیعت کے جوہر دکھائے ہیں۔آپ کی دیگر تمام شعری اصناف کو محض دینی اور صوفی ادب کی چیز کہہ کر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا بلکہ ان میں بھی اعلیٰ شاعرانہ صلاحیتوں کا بھرپور اظہار موجود ہے۔

زیرِ نظر مقالے کے آخر میں مجموعی جائزہ پیش کیا گیا ہے جس میں مقالے کے جملہ موضوعات اور عنوانات کو اجمالاً مربوط صورت میں پیش کر دیا گیا ہے۔ زیرِ نظر تحقیقی مقالے میں خانوادے گولڑہ شریف کی تمام اہم شخصیات، ان کی تصانیف و تالیفات، شعرا اور تقریباً تمام اصناف شعری میں ان کی تخلیقات کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے ورنہ اس سے پہلے اگر کہیں کوئی تحقیقی کام ہوا تو محض ایک شخصیت یا ان کی تحریر کردہ کسی ایک صنفِ سخن پر کام کیا گیا۔ مقالہ ہذا میں خانوادہ گولڑہ شریف کی تمام نثری کتب کا اجمالاً اور شعری تخلیقات کا تفصیلاً جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ راقم نے اپنے اس تحقیقی کام کو عبادت سمجھ کر شروع کیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کی طفیل تحقیق کے ان مشکل مراحل میں جہاں بڑے بڑے محقق اپنی دشواریوں تکلیفوں اور پریشانیوں کا اظہار کرتے ہیں میرے لئے آسانیوں اور اپنی خصوصی نوازشوں کے در کھول دیئے۔ میں جہاں بھی گیا سب نے میرے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔ مواد اور کتب کی فراہمی میں کہیں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ حالاتِ زندگی اور شخصی اوصاف کی تلاش میں پیر سید نصیر الدین کے اہلِ خانہ سے لے کر تمام مریدین اور متعلقین نے ہر طرح کی معلومات فراہم کیں۔ جی سی یونیورسٹی کے چیف لائبریرین عبدالوحید صاحب ہوں یا قائداعظم لائبریری کے ملک شیر افضل ہوں۔ پنجاب پبلک لائبریری کے سٹاف ممبران ہوں، دیال سنگھ لائبریری کے حافظ سعد اللہ ہوں یا درگاہ گولڑہ شریف لائبریری کے انوار صاحب ہوں سب نے میرے ساتھ بھرپور تعاون کیا اور کتب کی تلاش میں مطالعہ کرنے میں، ان کی فوٹو کاپیاں بنانے اور نوٹس لینے تک میری تحقیق کا ہر مرحلہ ان کے لئے بے لوث تعاون سے بھرپور ہے۔ پھر درگاہ گولڑہ شریف بھی ایسی منفرد خانقاہ ہے جہاں کا لنگرِ غوثیہ بہت سنا تھا لیکن اب وہاں کا لنگرِ علمیہ دیکھا تو عقل دنگ رہ گئی۔ اس خانوادے کے ہر گھر کا اپنا اپنا پبلشنگ کا ادارہ ہے۔ کہیں مکتبہ مہریہ نصیریہ ہے تو کہیں مکتبہ ایوان مہر علی ہے۔ کہیں سنگی پبلشر ہے تو کہیں گیلانی پبلشر ہے۔ غرضیکہ ہر گھر نے نثری اور شعری کتب نہ صرف تخلیق کی ہیں بلکہ شائع کرنے میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اس لئے مواد کی فراہمی میں راقم کو کہیں بھی کسی بھی مرحلے پر کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ بلکہ اس قدر مواد جمع ہو گیا کہ مجھے ایسا لگا کہ میرے سامنے خانوادہ گولڑہ شریف کی علمی اور شعری تخلیقات کا ایک گہرا اور وسیع سمندر ہے جسے میں نے عبور کرنا ہے اور ایک ہمالیہ ہے جسے میں نے سر کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا کہ: ''میں تمہیں ضرور آزمائش میں ڈالوں گا'' چنانچہ اتنی آسانیوں کے باوجود میں اپنی جسمانی صحت کے معاملے میں سخت پکڑ میں آ گیا۔ ریڑھ کی ہڈی (سپائنل کارڈ)، شوگر اور بلڈ پریشر کا مریض تو میں پہلے ہی تھا۔ اب پیشاب کی بندش نے آ لیا۔ اس تکلیف کی شدت کو وہی جانتا ہے جس پر یہ گزری ہو۔ دورانِ تحقیق میں دو بار اس تکلیف کی وجہ سے آپریشن کے تکلیف دہ مرحلے سے گزرا لیکن تکلیف بدستور اپنی جگہ موجود ہے۔ جب تحقیقی کام تکمیل کے مراحل میں داخل ہوا تو گھٹنے کی شدید تکلیف نے آ لیا۔ پاکستان کے ماہر ترین ڈاکٹرز نے گھٹنے کو بالکل ناکارہ قرار دے کر اسے بدلنے کی تجویز دے دی اور مستقل طور پر لاٹھی کے سہارے پر ڈال دیا۔ سیڑھیاں چڑھنے، زیادہ پیدل چلنے سے منع کر دیا۔ نماز کرسی پر اور پیشاب کموڈ پر کرنے کی سخت ہدایات جاری کر دیں۔ ایسے میں بعض دفعہ کرسی سے اٹھ کر سامنے الماری سے کتاب نکالنا بھی مشکل ہو گیا۔ یہاں بھی اللہ کا کرم دیکھئے کہ ایسے حالات میں اپنے چھوٹے بیٹے طلحہ سبحانی کو اپنے سٹڈی روم سے آواز دیتا وہ جہاں بھی ہوتا فوراً جواب دیتے ہوئے کہتا: ''آیا بابا'' اس کے

اس فوری خوش گوار ردعمل پر آدھی تکلیف دور ہو جاتی جب وہ آ کر میری مطلوبہ کتاب شیلف سے نکال کر میری گود یا ٹیبل پر رکھنے کے بعد والہانہ انداز میں اپنے بازو میری گردن کے گرد لپیٹ کر مجھ سے چمٹ جاتا تو میری تکلیف الٹا راحت میں بدل جاتی۔ اللہ اس بچے کے دونوں جہاں اچھے کرے (آمین)

مقالے کا قاری یہ بھی سوچ سکتا ہے کہ میں نے یہ کام پیر خانے کی عقیدت میں کیا ہے لیکن یاد رکھئے کہ حقیقت نگاری اور عقیدت طرازی دو الگ الگ راستے ہیں۔ ایک محقق کا منصب یہ ہے کہ وہ حقیقت کو عقیدت کی نظر سے کبھی بھی نہیں دیکھ سکتا۔ میں نے عقیدت و ارادت کو اس راہ میں حائل نہیں ہونے دیا اور میرے قلم نے کہیں بھی عقیدت کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ میں نے پیر نصیر الدین نصیر کی شاعری کا ہر ہر نوع اور ہر اک پہلو سے جائزہ لیا ہے۔ میری فکر رسا نے ہر چند تفحص و تلاش میں کوئی کوتاہی نہیں برتی لیکن میں کیا کروں کہ اس یگانہ روزگار کی بے مثال شاعری میں باعتبار زبان و بیان مجھے کہیں کوئی سقم نظر نہیں آیا اور مجھے کہیں بھی یہ کہنے کا موقع نہیں ملا کہ فن شاعری کے اعتبار سے پیر نصیر الدین نصیر کے کلام میں کوئی سقم یا خامی موجود ہے۔ میں نے مقالے کی تیاری میں ہر ممکن محنت اور خلوص سے کام لیا ہے لیکن ہر لحاظ سے مکمل ہونے کا دعویٰ نہیں۔ عین ممکن ہے کہ بہت سی باتیں، ایسی بھی ہوں جن تک میری نگاہ نہ پہنچ سکی ہو۔ تحقیق کے عمل میں امکانات کی گنجائش ہمیشہ موجود رہتی ہے۔ جن تک پہنچنے کی کوشش بہر حال جاری رہے گی۔

میں سب سے پہلے اپنے پاک پروردگار کا بے حد شکر گزار ہوں جس نے تحقیق کے لئے مجھے ایسے اعلیٰ موضوع سے نوازا جو اس کے انعام یافتہ بندوں سے متعلق ہے۔ جس پر میں نے عبادت سمجھ کر کام کیا اور اس نے مجھے بے پناہ آسانیوں اور اپنی خصوصی مہربانیوں سے نوازا۔ اس کے بعد اپنے استاد محترم ڈاکٹر سہیل احمد خان کیلئے دعا گو ہوں اللہ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے جنہوں نے اس موضوع کو پسند کیا اور نگرانی کے لئے جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون قادر صاحب کو مقرر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہارون قادر ایک ہمدرد، نیک نیت اور صاف دل انسان ہیں اور تمہارے لئے ہمیشہ آسانیوں کا باعث بنیں گے۔ میں آج برملا اعتراف کرتا ہوں کہ ڈاکٹر محمد ہارون قادر واقعی ایک اعلیٰ انسان ہیں وہ جس خلوص اور محبت سے میرے ساتھ پیش آئے میں زندگی بھر بھلا نہ پاؤں گا۔ اگر ان کی یہ شفقت آمیز راہنمائی مجھے میسر نہ آتی تو میں شاید یہ مقالہ مکمل نہ کر پاتا۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری کا شکریہ بھی مجھ پر واجب ہے۔ اس مقالے کی ترتیب و تنظیم میں مجھے شروع سے آخر تک ان کی راہنمائی حاصل رہی۔ ڈاکٹر صاحب میرے استاد بھی ہیں۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کو نہ صرف اپنے لئے بلکہ ہر طالب علم کے لئے ہمیشہ چشم براہ پایا۔ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ آج تک کوئی طالب علم ان کی وسعت علمی سے سیراب ہونے گیا ہو اور پیاسا واپس لوٹا ہو۔ وہ جتنے اچھے استاد اور محقق ہیں، اس سے کہیں زیادہ اچھے انسان ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر مہ تاباں کی مانند اپنی ٹھنڈی اور روحانی روشنی سے علم و ادب کے مسافروں کو جو روحانی قوت اور علمی توانائی عطا کرتے ہیں وہ ان کے نامۂ اعمال میں سب سے بھاری عمل ہے۔ نہ جانے کتنے ٹوٹے دلوں کو انہوں نے عزم و ہمت اور امید کے راستے پر ڈالا۔ میری صحت کی وجہ سے ڈولتی ڈوبتی کشتی کو ساحل مراد تک پہنچانے میں انہوں نے کلیدی

کردارادا کیا۔

مقالے کی تکمیل میں میرے ان دوستوں کا بھی تعاون شامل رہا جو میرے لئے فکرمند رہے دعا گو رہے اور کئی ایک رکاوٹوں کو دور کرنے میں میرا ساتھ دیا۔ ان میں پروفیسر سلیم اللہ شاہ، پروفیسر راشد ارشد، پروفیسر قاسم محمود، پروفیسر مجاہد مرزا، پروفیسر رضوان احمد مجاہد، برادرم اشفاق حسین، پروفیسر محمد ظفر الحق چشتی، پروفیسر محمد فیاض سعید اور پروفیسر امجد بخاری شامل ہیں۔

میں بے حد شکر گزار ہوں اپنے پیارے دوست اور عزیز جناب پروفیسر محمد احمد خان کا جنھوں نے اس مقالے کی کمپوزنگ، سیٹنگ اور تیاری میں اپنی بےلوث اور ان تھک خدمات انجام دیں، اللہ انہیں دین و دنیا کی کامیابیاں عطا فرمائے۔

ممتاز محقق جناب رفاقت علی شاہد نے جس بےلوث اور پرخلوص محبت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مقالے کے آخری پروف پر گہری نظر ڈالی اور میری حوصلہ افزائی کی میں ہمیشہ ان کے لئے دعا گو رہوں گا۔

میرا ایک ایسا عزیز بھی ہے جسے میں بھائیوں کی طرح دیکھوں تو وہ مجھے بھائیوں سے بڑھ کر نظر آتا ہے۔ اگر اسے میں دوستوں کی طرح دیکھوں تو وہ مجھے دوستوں سے بڑھ کر نظر آتا ہے اور اگر میں اسے بیٹوں کی طرح دیکھوں تو وہ مجھے بیٹوں سے بڑھ کر نظر آتا ہے اور وہ ہے محمد افتخار رانا جس کی بےلوث خدمات کا اجر اسے اللہ ہی دے سکتا ہے۔ میرے پاس اس کے لئے دعاؤں کے سوا کچھ اور نہیں۔ رانا افتخار کے ساتھ ہی نام آتا ہے رضوان کا، واجد کا اور ابرار کا یہ میرے عزیز بلاشبہ میرے دست و بازو ہیں۔ اللہ انہیں ہمیشہ اپنی حفظ و امان میں رکھے۔

ہمیشہ اپنے گھر کی باری آخری میں آتی ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ میں اپنے اہلخانہ کا شکریہ کیسے ادا کروں۔ دراصل یہ تو میرے وجود کا حصہ ہیں۔ میری شریک حیات سمعیہ خان جس نے بچوں کی دیکھ بھال، تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ، میرے ذہنی و قلبی سکون کے لئے میرے حصے کے سارے کام بھی اپنے ذمے لے رکھے ہیں۔ اپنی صحت اور جان کی پروا کئے بغیر گھر کا نظام پورے قرینے اور سلیقے سے چلایا ہوا ہے اللہ اسے ہمیشہ شاد اور آباد رکھے۔ عزیزان عمار مصطفیٰ، فیضان مصطفیٰ اور طلحہ سبحانی نے جس طرح میرا خیال رکھا اور رات دن میری خدمت کی۔ یقیناً یہ میری آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ہیں۔ اللہ انہیں دونوں جہانوں میں کامیاب و کامران رکھے (آمین)

میری مادر علمی جی سی یونیورسٹی جہاں مادیت نہیں بلکہ روحانیت ہے میرے لئے ایک خانقاہ کا درجہ رکھتی ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر خلیق الرحمان جیسے اعلیٰ منتظم اور پروفیسر ڈاکٹر محمد زکریا بٹ جیسے بے مثال محقق کی نگرانی میں ترقی کی منازل طے کر رہی ہے اللہ اسے تاقیامت سلامت رکھے اور یہاں سے علم و تحقیق کے چشمے جاری و ساری رہیں اور مجھ جیسے علم کے پیاسے ہمیشہ یہاں سے مستفید و مستفیض ہوتے رہیں۔ (آمین ثم آمین)